سنگمنیر[۵] کی وقائع نگاری اور وہاں کے محالات کی فوجداری پر سرفراز فرمایا نظام آباد[۶] بالائے گھاٹ فرداپور اجنٹہ کی تعمیر و آبادی حضرت غفرت مآب طاب ثراہ کے عہد میں خاندان قلی خاں ہی کے اہتمام سے سرانجام کو پہنچی۔ خانِ موصوف پہلے رکن ہیں جن کا مستقل تعلق دولت علیہ آصفیہ سے ہوا۔ خانِ دوران نواب ذوالقدر درگاہ قلی خاں مؤلف تذکرۂ ہذا آپ ہی کے خلف الصدق ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) سدباب کیا۔ نہایت ذی علم اور عالم دوست خصوصاً فقہ حدیث اور علم کلام میں ممتاز زمانہ تھے علماء سے اکثر مباحثہ و مناظرہ کی صحبتیں رہتی تھیں حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیت اور خلافت بلا فصل کے قائل ہوئے۔ بعد تحقیق مذہب امامیہ اثنا عشری اختیار کیا ۱۱۲۱ھ کو انتقال ہوا۔ تاریخ بہادر شاہی قلمی ص و سیر المتاخرین۔

۵ سنگمنیر۔ سنگم بمعنی ملنا نیر بمعنی آب۔ کوکن کی جانب شرق سے جو نہر آتی ہے وہ اس مقام پر آب گنگ سے مل جاتی ہے اسی لیے اس مقام کو سنگمنیر کہتے ہیں۔ غربی حد گھاٹ کوکن اور سرکار کلیان اس کے پایان میں ہے۔ شمالی حد کوہ سبھاچل جو کوکن سے ملا ہوا ہے۔ ماہور اور صوبہ برار بلکہ اس سے کچھ آگے تک پہنچتی ہے۔ قلعہ دھرپ وغیرہ اسی پر واقع ہیں۔ جنوبی حد کنندہ تا لیبار پایاں میں ساحل دریا بالائی جانب ملک مرہٹہ و کنٹر اور قلعہ ہے اس سرکار میں نہایت مستحکم قلعے تھے۔ سوانح دکن قلمی ورق ۲۰۔

۶ نظام آباد۔ یہ نام حضرت آصف جاہ طاب ثراہ نے ۱۱۵۱ھ میں جبکہ اس کی دوبارہ آبادی میں ترقی اور عمارات میں اضافہ کیا تھا۔ اور بطریق انعام التمغا خاں دوران نواب ذوالقدر درگاہ قلیخاں کو عطا فرمایا ملاحظہ ہو نقل سند۔

(بقیہ بر صفحہ ۱۱)

خاندوران نواب ذوالقدر درگاه قلی خان سالار جنگ
مؤتمن الدوله مؤتمن الملک

عہدِ حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ

خاندانِ نواب ذوالقدر درگاہ قلیخان سالار جنگ

تاریخ و مقام ولادت | خانِ دَوران نواب ذوالقدر ۲۹ رجب سنہ ۱۱۲۲ ہجری بمقام سنگمنیر پیدا ہوئے۔ سنہ ولادت کی تاریخ خود ہی نے نظم فرمائی ہے۔ ؎

شد سالِ ولادتش ز روئے الہام درگاہ قلی زخاندانِ والا[1]

تعلیم و تربیت | فیاضِ قدرت کی طرف سے خانِ دَوران نواب ذوالقدر کو ایک خاص جوہرِ قابلیت عطا ہوا تھا موصوف لڑکپن ہی سے نہایت ذہین اور ذکی الطبع واقع ہوئے تھے۔ ابتداءً گو اپنے والد خاندانِ قلیخاں کے زیرِ پرورش رہے مگر موصوف کی حقیقی تعلیم و تربیت حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ کے زیرِ نگرانی رہی جس کے فیضان سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱) یہ سند بمہر خانِ دوران نواب رکن الدولہ رکن الملک مدار المہام دکن ۱۷ رمضان سنہ ۱۱۶۰ھ عمدۃ نواب ذوالقدر کو عطا ہوئی ہے اس سند میں اُس وقت اس کا محاصل چار ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے ساڑھے آٹھ آنے دکھایا گیا ہے۔ منظفر

[1] اس تاریخ میں ایک عدد کی یعنی سنہ ۱۱۲۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔ منظفر

خان دوراں ہنوز سنِ رشد کو نہ پہنچے تھے کہ اکثر علوم و فنون متداولہ میں بہرہ یاب ہوکر ہمعصروں میں ممتاز ہوئے[1]

منصب جاگیر حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ نے حقوق دیرینہ اور خاندوراں کی ذاتی قابلیت پر نظر فرما کر چودھویں سال (۱۱۳۷ھ) آبائی منصب جاگیر عطا فرمائی۔ مصاحبت میں رہنے کا شرف بخشا اور بیسویں سال ہمراہ رکاب رہنے کی عزت سے سرفراز کیا[2]۔

سفر دہلی یہ وہ زمانہ ہے کہ خاندان تیموریہ کا آفتاب اقبال گہنا گیا ہے۔ ہند کے آخری شہنشاہ محمد شاہ[3] (رنگیلے) سریر آرائے سلطنت ہیں

---

[1] خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۲۲ و گل رعنا قلمی ورق صفحہ ۲ [2] خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۲۲ و گلِ رعنا قلمی ورق صفحہ ۲۰۶

[3] خاندان مغلیہ کے آخری شہنشاہ سمجھے جاتے ہیں۔ اٹھارہ سال کی عمر میں بامداد قطب الملک (سید عبداللہ خاں) و امیر الامراء (سید حسین علیخاں) بمقام آگرہ ۵ ذیقعدہ ۱۱۳۱ھ تخت نشین ہوئے ۱۱۳۲ھ میں باتفاق بعض امراء ان دونوں اعیان سلطنت (قطب الملک و امیر الامراء) کے خاتمہ کے بعد زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ نااہلی اور عہدوں کے بے موقع انتخاب سے ارکین سلطنت میں پھوٹ پڑگئی اس اختلاف سے مرہٹوں کی قوت حد سے سوا بڑھتی اور وقار شاہی گھٹتا گیا۔ اس پر بادشاہ و رعیت کی عیش پسندی نے سلطنت کو اور بھی کمزور بنا دیا۔ چنانچہ نادر شاہ کے حملے کے وقت سلطنت گویا عضو مفلوج ہوگئی تھی۔ اس ہنگامہ کے بعد حالت اور بھی بد سے بدتر ہوگئی تمام صوبے علی الاعلان خود مختار ہوگئے غرض سلطنت کو اس نیم جاں حالت میں چھوڑ کر بادشاہ نے بعمر ۴۹ سال ماہ ربیع الآخر ۱۱۶۱ھ اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا غلام علی ارشد نے انی ذاہب الی ربی سیہدین سے تاریخ وفات نکالی ۱۲ مظفر

دربار گہوارۂ عیش و عشرت اور آماجگاہِ نشاط و طرب بنا ہوا ہے۔ بادشاہ امورِ مملکت سے بے بہرہ ہر وقت ہاتھ میں جام اور مشغول بہ دلارام ہیں زمامِ سلطنت بھی اُن ہی اعیان اور روسا کے ہاتھوں میں جنھوں نے عیاشی اور لہو ولعب کو اپنا شعار اور مقصدِ حیات بنا لیا ہے۔

حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ عرصہ سے کنارہ کشی اختیار فرما کر دکن میں مستقل فرمانروائی کر رہے ہیں۔ مرہٹوں کی سرکشی روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ ہر طرف تاخت و تاراج میں مصروف ہیں۔[۱] شیرازۂ سلطنت درہم برہم ہو رہا ہے۔

آخرِ کار محمد شاہ نے مرہٹوں کے مقابلے اور ان کی تادیب کے لیے حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ ہی کو منتخب فرما کر اولاً کمال دلجوئی اور اشفاق آمیز عنایت ناموں سے سرفراز کیا۔ پھر صوبۂ مالوہ و گجرات کو ضمیمہ دکن بنا کر مرہٹوں کا فتنہ فرو کرنے کے لیے دہلی طلب فرمایا۔

خدمت پہ سرفرازی اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت مغفرت مآب نے خانِ دوراں کی حُسن لیاقت کے باعث جاگیر و منصب شرف مصاحبت و ہمراہ رکاب رہنے کے اعزاز سے سرفراز فرمایا تھا۔

---

[۱] بدائع وقائع ق۔ ورق ۱۵۰۔ (خود نوشت پنجسالہ سوانح حیات آنند رام مخلص) مظفر

گرد ہلی کی روانگی کے موقع پر خصوصیت سے عہدۂ داروغگی ہرکارہ[۱] سے سرفراز فرماکر خانِ دوراں کو اپنی معیت میں رہنے کے شرف سے ممتاز کیا۔

---

[۱] مآثر نظامی قلمی مؤلفہ منسارام ورق (۶۳) یہاں اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خدمت ہرکارہ کی اہمیت پر فی الجملہ روشنی ڈالی جائے جس سے اس کی داروغگی کی وقعت اور منزلت کا صحیح اندازہ کیا جاسکے۔ واضح ہو کہ موجودہ زمانہ کی طرح اُس وقت ہرکارہ کی خدمت اس قدر معمولی اور بے وقعت نہیں ہوتی تھی۔ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت یہ خدمت ایک خاص رتبہ رکھتی اور ہر کس و ناکس کو نہیں دیجاتی تھی۔ ہرکاروں کے تقرر کے وقت ان کی راست بازی وفاداری اور مستعدی کا خصوصیت سے خیال رکھا جاتا تھا چونکہ درحقیقت دوسرے لفظوں میں ان کو سوانح نویسی کی سی مہتم بالشان خدمت انجام دینی ہوتی تھی۔ گویا یہ شاہی سوانح نویس سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ جگ جیون داس (ہرکارہ) اپنی تواریخ منتخب معروف بہ تاریخ بہادر شاہی میں رقمطراز ہے۔ کہ "مسوّدِ ایں سواد در سنہ یکہزار و یکصد و پنج ہجریہ مقدسہ در سلک بندگی بندہائے درگاہِ عالم پناہ انسلاک یافتہ بخدمت ہرکارگی کہ عبارت از سوانح نویس است سربلند گشت"۔ اب صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہدۂ داروغگی ہرکارہ جس پر خاندوراں نواب ذوالقدر سرفراز کیے گئے تھے کس درجہ وسیع اور رفیع المنزلت خدمت تھی جس کو لچھمن لال نے اپنی تاریخ یادگار میں عہدۂ خدمتگاری سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ وہ نواب فیض الملک بہادر کے ترجمہ میں دولت علیہ آصفیہ سے ان کے خاندان کے توسل اور واقعہ نادری کے تحت حضرت آصفجاہ اور محمد شاہ و قمرالدینخاں کی نظربندی کا حال اور اس وقت شیخ حیدر (شیر جنگ) جن مناصب جلیلہ پر سرفراز رہے اس کو ناظرین آئندہ کسی ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائینگے (باقی برصفحہ ۱۵)

حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ آخر ماہ ربیع الاول ۱۱۵۱ھ دہلی پہنچے۔ ملازمتِ شاہی سے سرفراز ہو کر بعد اجازت مرہٹوں کی مہم پر روانہ ہوئے ہنوز مہم سر نہ ہوئی تھی کہ غلغلۂ نادری بلند ہوا۔ حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ نے مرہٹوں سے مصالحت کر کے دہلی کو مراجعت فرمائی۔

نادر گردی

نادری طوفان جبکہ باد و باراں کی طرح قندھار، کابل، لاہور کو تباہ و برباد کرتا ہوا دار الخلافہ دہلی سے سو میل کے فاصلہ پر آپہنچا۔ شاہی لشکر نے بھی کرنال پر مقام کیا۔ برہان الملک ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کو داخلِ لشکر اور دربار شاہی میں باریاب ہوئے۔ اس عرصہ میں جاسوسوں سے نادری سپاہیوں کے ہاتھوں اپنے بہیر و بنگاہ پر تاخت و تاراجی کی خبر ملی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور خانِ دوراں نواب ذوالقدر کی رفاقت وجاں نثاری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ "دوران قید ایں شیخ حیدر (شیر جنگ) و درگاہ قلی ہر دو خدمتگار در رفاقت بودند" اس فقرہ کو پڑھ کر بجز اس کے کہ ہم "بریں عقل و دانش بباید گریست" کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ منظفر

[۱] فضل علیخاں نے حضرت آصفجاہ طاب ثراہ کے ورود دہلی کے موقع پر تاریخ ذیل لکھکر پیش کی اور ہزار روپے نقد مع اسپ با ساز نقرہ صلہ سے سرفرازی پائی۔ ؎

صد شکر کہ ذاتِ دیں پناہی آمد | رونق دہ ملک بادشاہی آمد

تاریخ رسید نش بگوشم ہاتف | گفت آیت رحمتِ الٰہی آمد

۲ بقول گردھاری لال ۱۵ ذیقعدہ۔

بادشاہ سے سرسواری اجازت خواہ ہوئے۔ حضرت مغفرت مآب امیر الامراء نے بمصلحت وقت منع فرمایا۔ مگر برہان الملک جوشِ شجاعت میں اسی دم شاہی لشکر سے نکل کر سپاہِ نادری پر حملہ آور ہوئے اور لڑتے ہوئے اس کے ہراول لشکر تک پہنچ کر گھر گئے۔ محمد شاہ نے یہ خبر سُنکر امیر الامراء کو مدد کے لیے حکم فرمایا امیر الامراء بھی برہان الملک کے شریک کارزار ہوئے۔ نہایت پامردی سے مقابلہ کیا۔ آخر زخمی ہو کر شکست اُٹھائی۔ برہان الملک اسیر ہوئے[۲]۔ نادر شاہ نے برہان الملک کی جاں بخشی۔ امیر الامراء نے واپس ہو کر زخموں کی شدت سے دُوسرے روز انتقال کیا۔ حضرت مغفرت مآب منصب امیر الامرائی بخشی الممالک سے سرفراز ہوئے[۱]۔ ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کو حضرت مغفرت مآب نے بادشاہ کی جانب سے اولاً پیام صلح دیکر لشکر خاں و نجم الدین خاں کو نادر شاہ کی خدمت میں بھیجا۔ پھر خود مع عظیم اللہ خاں نادر شاہ کے دربار میں حاضر ہوئے شرائط صلح طے ہونے کے بعد اُسی روز حضرت مغفرت مآب نے شاہی لشکر میں معاودت کی۔ دوسرے روز خود محمد شاہ بتقریب ملاقات مع مخصوص ارکین سلطنت نادر شاہ کی فرودگاہ پر تشریف فرما ہوئے۔ نادر شاہ[۳] نے شاہانہ مراسم مہماندار ری

---

[۱] بدائع وقائع قلمی و تاریخ ظفرہ ص۳۵ و تاریخ راحت افزا قلمی تحفۃ الشعراء قلمی ۱۲

[۲] " " " " " " " " "

[۳] نادر قلی بن امام قلی قبیلۂ افشار سے تھا سنہ ۱۱۰۰ھ میں پیدا ہوا۔ لڑکپن ہی سے جوہر شجاعت اور بہادری کے

ادا کیے بعدسہ پہر محمد شاہ نے اپنے قیام گاہ کو مراجعت فرمائی۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ برہان الملک کو منصب امیرالامرائی کی آرزو تھی اور ان ہی کی کوشش سے نادرشاہ مصالحت پر آمادہ ہوا تھا مگر جب برہان الملک کو منصب امیرالامرائی سے مایوسی ہوئی۔ انھوں نے نادرشاہ کو بہت کچھ مال ودولت کی طمع اور قلعہ معلے چلنے کی ترغیب وتحریص کی۔ نادرشاہ نے دوبارہ بعض امور کے تصفیہ کے حیلہ سے (۲۴ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کو) اولا حضرت مغفرت مآب پھر (۲۶ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کو) محمد شاہ اور فیروز جنگ کو بلا کر نظر بند کرلیا۔ غرض اس وقت حضرت مغفرت مآب کی رفاقت میں بجز خان دوراں نواب ذوالقدر اور نواب حیدر خاں[1] شیر جنگ کوئی رفیق جاں نثار موجود نہ تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے آثار عیاں تھے۔ سن رشد کو پہنچکر سلطنت ایران کو تباہی سے بچایا تمام مقبوضات افغانیوں روسیوں، رومیوں سے واپس لیے۔ سلطان حسین صفوی اور شاہ عباس ثالث کو معزول کرکے (۱۱۴۸ھ) خود تخت وتاج کا مالک ہوا۔ قندہار فتح کیا پھر کابل پر قبضہ کیا ۱۱۵۱ھ میں ہندوستان پر تاخت کی۔ کامیاب ہوا دریائے سندھ کی مغرب طرف کا تمام ملک قلمرو ایران میں شامل ہوا۔ ہندوستان سے واپسی کے بعد مشہد کو دارالسلطنت بنایا خوارزم، بخارا اور داغستان کو مغلوب کیا۔ اس کی خونریزی کے باعث رعیت ناراض تھی۔ آخر علی قلی خاں حاکم ہرات (جو نادر کا بھتیجا تھا) نے بعض امراء کے اتفاق سے ۱۱۶۰ ہجری میں قتل کردیا۔ اس کے عہد میں حدود سلطنت ایران دریائے سندھ سے کوہ قاف تک وسیع ہوگئے تھے۔ (جہاں کشائے نادری)

[1] اصلی نام شمس الدین محمد حیدر ہے۔ بن محمد تقی بن محمد باقر بن شیخ محمد علی ابن شیخ اویس۔ سلسلہ نسب بچند واسطہ (باقی برصفحہ ۱۰۸)

رفاقت و وفاداری | **خانِ دوراں کی حقیقی رفاقت و وفاداری اس سے زیادہ**

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) حضرت خواجہ اویس قرنی تک منتہی ہوتا ہے۔ جد اعلیٰ شیخ اویس اولاً خدمت تولیت اوقاف مدینہ منورہ پر سرفراز تھے بالآخر مدینہ منورہ سے اپنے بیٹے (شیخ محمد علی) کے ہمراہ بحرین آئے وہاں سے عازم کوکن (کہ جنوبی دکن کنارے دریائے شور واقع ہے) ہوئے۔ کوکن سے عہد علی عادل شاہ میں بیجاپور پہنچے۔ علی عادل شاہ نہایت اعزاز واحترام سے پیش آیا اور اقامت بیجاپور پر مُصر ہوا۔ آپ نے منظور فرمایا۔ علی عادل شاہ نے آپ کے فرزند شیخ محمد علی کی قابلیت پر نظر فرماکر خدمت دبیری سے سرفراز کیا اور ملا احمد نوائتہ (جو فاضل یگانہ اور اس وقت امام خانانہ سے مرتبہ مدار المہامی پر سرفراز تھا) کی دختر سے عقد ازدواج قرار دیا۔ اس مخدرہ کے بطن سے شیخ محمد باقر وشیخ محمد علے عالم ظہور میں آئے۔ شیخ محمد باقر سن رشد کو پہنچکر خدمت میر سامانی اور شیخ محمد علی عہدۂ مستوفی الممالک سرفراز ہوئے۔ عہد سکندر عادل شاہ میں مصطفےٰ خاں وزیر کی ناموافقت سے عالمگیر کے پاس عرضداشت لکھی۔ عالمگیر نے فرمان طلبی صادر کیا بعد حصول ملازمت شاہی شیخ محمد باقر منصب دو ہزاری و پانصد سوار اور دیوانی شاہجہان آباد و کشمیر سے ممتاز اور شیخ حمید منصب ہزار و پانصدی و سہ صد سوار و دیوانی فوج شاہزادہ اعظم شاہ سے مفتخر کیے گئے۔ شیخ محمد باقر نے بسبب ناموافقت آب ہوا شہنشاہ عالمگیر سے بواسطہ اسد خاں تعیناتی دکن کی درخواست کی۔ عالمگیر نے از راہ عنایت دیوانی تلکوکن نظام شاہی پر سرفراز کرکے مرخص فرمایا۔ شیخ موصوف نے تاقیام بکمال عز و وقار بسر کی۔ آخر عمر میں خدمت سے مستعفی اور جاگیر مشروطی سے دست بردار ہوکر اورنگ آباد میں سکونت اختیار کی۔ عالمگیر نے جاگیر ذات بحال اور تکلیف نوکری سے معاف فرمایا ۱۱۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ علوم معقول ومنقول میں فاضل جید اور عالم متبحر تھے۔ تلخیص المرام فی علم الکلام و روضۃ الانوار زبدۃ الافکار آپ کے مشہور تالیفات سے ہیں۔ موصوف کے فرزند شیخ محمد تقی عہد عالمگیر میں منصب سہ صدی اور عہد بہادر شاہ میں منصب پانصدی

باقی بر صفحہ (۱۹)

اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جبکہ نادرشاہ کے ورود دہلی کے بعد (دہلی کے
بدمعاشوں کی ہرزہ سرائی کے باعث) قتل و غارت کا بازار گرم تھا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) پنجاہ سوار در عہد فرخ سیر میں داروغہ جزیہ خجستہ بنیاد سے سرفراز کیے گئے جب حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ
فائز دکن ہوئے تو خان موصوف کو داروغگی احشام قلعہ جات دکن پر ممتاز کیا ۱۱۳۳ھ شیخ موصوف نے اس عالم فانی سے کوچ فرمایا۔
شمس الدین محمد حمید آپ ہی کے خلف الصدق ہیں ۱۱۱۳ھ میں عالم وجود میں آئے عالی بخت (۱۱۱۳) تاریخ تولد ہے کمسنی میں منصب عالمگیری سے
مفتخر اور بعد سن رشد و تمیز حضرت مغفرت مآب کے زمرہ متوسلین میں شامل ہو کر باضافہ صدی منصب دو صدی داروغگی فیلخانہ سے سرفراز
ہوئے بعد رحلت شیخ (محمد تقی) باضافہ صدی منصب سہ صدی پر ممتاز اور بوقت روانگی حضرت مغفرت مآب
بسوئے دہلی خدمت عرض بیگی سے سرفراز ہوئے اور ہنگامہ نادری کے بعد باضافہ دو صدی منصب پانصدی
و خطاب حمید یار خاں پر مفتخر کیے گئے۔ واقعہ نواب ناصر جنگ شہید کے بعد باضافہ صد منصب ششصدی اور بعد
فتح ترچناپلی باضافہ دو صد منصب ہشتصدی و ہشتصد سوار پر ترقی فرمائی عہد مظفر جنگ میں منصب ہزار و پانصدی
و پانصد سوار سے ممتاز ہوئے عہد امیر الممالک صلابت جنگ میں اولاً منصب پنجہزاری چہار ہزار سوار و پالکی جھالردار
و علم و نقارہ و خطاب نیر الدولہ شیر جنگ ثانیاً باضافہ دو ہزاری منصب ہفت ہزاری و ہفت ہزار سوار و ماہی مراتب
اور خطاب نیر الملک سپہ سالاری سے سرفراز کیے گئے پھر دیوانی سرکار' ازاں بعد صوبجات دکن
پر ممتاز ہوئے آخر بسبب ضعیفی گوشہ نشینی اختیار کی۔ مگر حضرت آصف جاہ ثانی نے
باصرار تمام نظامت خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) سے سرفراز فرمایا۔ پانچ سال تک نہایت
عدل و داد و نیکنامی سے خدمت مفوضہ انجام دے کر ۱۱۹۵ھ بعمر ۸۲ سال اس سرائے فانی
سے کوچ کیا۔ حدیقۃ العالم

حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ نادر شاہ کے پاس بغرض عفو تقصیر حاضر ہوئے ہیں۔ اس نازک موقع پر خان دوراں نواب ذوالقدر نے جو جاں بازی وسرفروشی کی ہے اس کے متعلق تمام تذکرہ نویس متفق اللفظ ہیں کہ وہ قوت بشری سے باہر تھی[1]

اعتماد | حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ خان دوراں نواب ذوالقدر کو لڑکپن ہی سے نہایت عزیز رکھتے اور موصوف کی قابلیت وشجاعت پر اعتماد وبھروسہ فرماتے تھے۔ مگر گذشتہ واقعات نے خان دوراں کے اعتبار واعتماد میں اور بھی اضافہ کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ نے یہ دستور کر لیا تھا کہ بزم نادری میں خان دوراں نواب ذوالقدر اور حیدر خاں شیر جنگ کو ضرور ہمراہ رکاب رکھا کرتے تھے[2]۔

تالیف تذکرہ | تذکرہ ہذا خان دوراں نواب ذوالقدر نے اسی عہد میں تالیف کیا جو معاشرتی، تمدنی، تاریخی معلومات اور ادبی فوائد گوناگوں سے مالا مال ہے اس کے بغور مطالعہ کے بعد صرف دہلی کے واقعات اور معاصرین کے حالات

---

[1] غلام علی آزاد بلگرامی خزانۂ عامرہ میں رقمطراز ہیں۔ "درہنگام نادرشاہی (نواب درگاہ قلی خاں) ہمراہ رکاب بود جانفشانیہا فوق طاقت بشری بتقدیم رسانید" ص۲۲۳ اسی طرح مُصحفی زان شفیق نے اپنے تذکرہ گل رعنا میں لکھا ہے۔ "درہنگام نادرشاہی (نواب درگاہ قلی خاں) ملازم رکاب بود جانفشانیہا خارج از مقدور بشری بعمل آورد" قلمی ص۲۰ نیز عبدالوہاب دولت آبادی اپنے تذکرہ بے نظیر میں لکھتا ہے۔ "درہنگام نادرشاہی (نواب درگاہ قلیخاں) ہمراہ رکاب بود طرفہ جانفشانیہا خارج از مقدور بشری بعمل آوردہ" ص۹۔ [2] حدیقۃ العالم ص۱۶۲ ج ۲۔

ہی پر عبور نہیں ہوتا بلکہ خانِ دَوراں کی انشا پردازی اور اوصاف ذاتی پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ نیز ایسے واقعات کا بھی پتہ چلتا ہے جس سے اکثر

خاص تاریخی انکشاف | تاریخی صفحات معرا نظر آتے ہیں۔ مثلاً بعد ہنگامۂ نادری محمد شاہ کا منہیات شرعیہ سے تائب ہونا اور اس ضمن میں ارباب رقص و سرود کو موقوف کرنا ایک ایسا انکشاف ہے کہ اس عہد کی کسی تاریخ میں نظر نہیں آتا ملاحظہ ہو۔ خان دَوراں ارباب طرب کے تحت کمال بائی کے حالات میں خامہ فرسا ہیں:

"دریں ولا کہ از سوانح نادر شاہی مزاج بادشاہ دیں پناہ از استماع ساز و نوا انحراف ورزیدہ و ارباب نغمہ را یکقلم موقوف گردیدہ"

شبابِ زندہ دلی | ورود دہلی کے وقت خانِ دوراں کی عمر ۲۹ سال تھی۔ گویا ریعان شباب تھا۔ سن کا اقتضا ماحول کا اثر، زندانہ محفلوں، بے تکلف جلسوں کی شرکت اُس وقت گویا زندہ دلی اور مقصدِ حیات سمجھی جاتی تھی۔ اس کے زیر اثر خانِ دَوراں بھی درگاہوں میں جاتے حال قال کی مجلسوں راگ و رنگ کی محفلوں میں شریک ہوتے۔ تفریح گاہوں اور میلوں کی سیر سے محظوظ ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ تذکرہ ہذا کے ملاحظہ سے ناظرین پر روشن ہوگا۔

ترتیب تذکرہ | اس تذکرہ کی ترتیب نہ ابواب و فصول پر کی گئی ہے نہ اِس پر

کوئی مقدمہ تحریر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خانِ دوران نے یہ تذکرہ
تالیف کی نظر سے مرتب نہیں کیا بلکہ بطور یادداشت صرف چشم دید حالات و
واقعات کو نہایت سادگی سے قلمبند کیا ہے تاہم جو ترتیب اس تذکرہ کی
واقع ہوئی ہے اس سے خانِ دوراں کے ذوقِ سلیم اور بعض مخصوص صفات پر
روشنی پڑتی ہے۔ نیز اس خصوصیت کے زیرِ اثر موصوف کے زورِ قلم اور قوت
انشاء پردازی کا بھی کافی اندازہ کیا جا سکتا ہے جس سے ظاہر | انشاء پردازی
ہوتا ہے کہ قلم برداشتہ تحریر میں وہ تمام خوبیاں جو مشرقی لٹریچر میں کلام کی
عمدگی کا معیار سمجھی جاتی ہیں۔ مثلاً عبارت کی سادگی اور بے ساختگی حقائق
نگاری کے ساتھ استعارات و تشبیہات کا برمحل استعمال، الفاظ کی شستگی
ترکیبوں کی برجستگی، تلمیحات یا اشعار کا جا بجا چٹخارہ وغیرہ وغیرہ موجود ہوں تو
موصوف کی خاص تحریر کس قدر بلند مرتبہ ہو گی۔ علاوہ ازیں ایک اور خصوصیت جو
خانِ دوراں کی طرزِ انشاء میں خاص طور پر نمایاں ہے وہ تحریر میں روانی اور
قدرتِ بیانی ہے۔ کہ ہر ایک واقعہ کو اس پیرایہ میں جو اس کے مناسب حال
ہو یعنی متانت کے موقع پر سنجیدگی، ظرافت کے محل پر ویسے ہی معنی خیز برجستہ
فقرے اس خوبی سے بیان کرتے ہیں جو حقیقتاً تحریر کی جان ہوتے ہیں۔ ناظرین
بجائے خود ملاحظہ فرمائیں اور محظوظ ہوں۔ یہاں ہم اب ترتیب تذکرہ کے ضمن
میں خانِ دوراں کے بعض مخصوص صفات پر روشنی ڈالینگے۔

حُسنِ عقیدت | ترتیب تذکرہ پر نظر کرنے سے خانِ دَوراں کے حسنِ عقیدت کا اظہار ہو رہا ہے۔ چنانچہ موصوف نے سب سے پہلے ذکر قدمِ شریف حضرت سرورِ کائنات سے تذکرہ کا آغاز کیا ہے۔

قدمِ شریف حضرت سرورِ کائنات | یہ مقام دراصل فیروز شاہ کا باغ تھا۔ شاہزادہ فتح خاں کے انتقال ۷۹۰ھ کے بعد بادشاہ نے فرطِ محبت سے شاہزادہ کو یہیں دفن کیا۔ گرد مدرسہ و مکانات بنوائے مسجد تعمیر کی اور نقش پائے مبارک (جو خلیفہ بغداد نے تحفۃً بھیجا تھا) بطور تعویذ قبر پر سنگِ مرمر کا حوضہ بنواکر نصب کیا۔ چار دیواری کے متصل ایک کشادہ پختہ حوض بنوایا۔ مجاورین حوضہ کو پانی سے ہر وقت لبریز رکھتے اور تبرکاً تقسیم کیا کرتے ہیں۔ زمانۂ عرس (ربیع الاول) میں زائرین کا بہت ہجوم ہوتا ہے اور بڑی دھوم دھام رہتی ہے۔ خصوصاً ۱۲۔ ربیع الاول کو دُور و نزدیک سے غریب امیر زیارت کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ عہدِ مؤلف میں عموماً ہر جمعرات اور خصوصاً ماہ ربیع الاول میں زائرین کی بڑی کثرت رہا کرتی تھی۔ عمائدین شہر کے پاس سے بطریق نذر و نیاز کھانے پینے کا سامان اس قدر آتا تھا کہ تمام فقراء و مساکین اسی سے سیر و سیراب ہو جایا کرتے تھے۔

قدمِ مبارک حضرت علیؓ | اس کے بعد قدمِ مبارک حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ کیا ہے۔

یہ مقام اب شاہِ مرداں اور علی جی کے نام سے مشہور ہے۔ نقش پائے قدس

سنگ موسیٰ کے حوضہ میں جمایا اور حوضہ کے نیچے سنگِ مرمر کا فرش کر کے اطراف سنگِ مرمر ہی کا محجر بنایا گیا ہے۔ حوضہ کے کنارہ پر یہ شعر کندہ ہے ؎

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود

سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

سنہ ۱۲۰۱ھ

راسخ الاعتقاد حضرات نے گرد و اطراف میں بہت سی عمارتیں تعمیر کر کے سعادت دارین حاصل کی ہے۔ اکثر عمارات پر تاریخی کتابے نصب ہیں ہزاروں زائرین حاضر ہوتے اور مقاصد دلی میں کامیاب ہوتے جاتے ہیں۔ ہر مہینے کی بیسویں اور غرہ محرم سے ۱۲ تاریخ تک خاص مجمع رہتا ہے۔ عہد مؤلف میں عموماً بروز شنبہ زائرین اور حاجتمندوں کا بڑا ہجوم ہوتا اور ۱۲ محرم کو (بروز زیارت حضرت خامس آلِ عبا) خصوصیت سے اہلِ عزا برسم پُرسہ داری گریاں و نالاں حاضر ہو کر مراسم تعزیت بجالاتے تھے۔ اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا تھا کہ زیارت سے محروم رہے۔

مزارات اور درگاہ اولیا

زاں بعد مزارات اور درگاہوں کا ذکر مثلاً درگاہ قطب الاقطاب (خواجہ بختیار کاکی) قاضی حمید الدین ناگوری، سلطان شمس الدین غازی۔ نظام الدین اولیا امیر خسرو، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی۔ شاہ ترکمان بیابانی، باقی باللہ شاہ بایزید اللہ شاہ عزیز اللہ، مرزا بیدل۔ عرس خلد منزل و میر مشرف کے اعراس اور خوارق عادات کا ذکر نہایت خوش اسلوبی سے کیا ہے۔

پاک مشربی متذکرہ بالا اعراس کے تذکرہ میں ذکر عرس خلد منزل پڑھنے سے خان دوراں کی پاک مشربی پر ایک خاص روشنی پڑ رہی ہے اور ظاہر ہو رہا ہے کہ (باوجود رندانہ محفلوں اور بے تکلف جلسوں کی شرکت کے) خانِ دوران کا دامن نجاست کے بدنما دھبوں سے پاک ہے۔

عرس خلد منزل یہ عرس ۲۳، محرم کو حسب الحکم جہر پرور باہتمام حیات خاں ناظر منعقد ہوتا۔ ایک مہینہ قبل سے تیاری کی جاتی اور انواع و اقسام کے اسباب و آرائش سے زینت دیجاتی دلچسپی بڑھانے کے لیے ہر قسم کی ممکنہ صورتیں اختیار کی جاتی تھیں عرس کیا تھا۔ سچ پوچھئے تو ایک خاص بزم رندانہ یا ہر قسم کے فسق و فجور کی آماجگاہ تھی۔ اس کی حقیقی اور پر لطف تصویر خان دوراں کے قلم مانی رقم سے کھچی ہے۔ ہم صرف اس ذکر میں جو آخری فقرہ موصوف کے زبانِ قلم سے بے اختیار نکل گیا ہے جس سے خانِ دوراں کی پاک مشربی کا اظہار ہو رہا ہے نقل کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

چنیں ہنگامہ چشم بستن عین مصلحت و بصر نکشودن محض بصیرت

اعراس کے تذکرہ کے بعد چوک سعد اللہ خاں اور چاندنی چوک کے مرقع دکھائے ہیں۔

چاندنی چوک کا ایک واقعہ جس سے اس عہد کی خوشحالی اور دولتمندی پر روشنی پڑ رہی ہے قابلِ ملاحظہ ہے۔

بارہویں صدی کی خوشحالی اور دولتمندی

واقعہ یہ ہے کہ ایک رئیس زادہ چاندنی چوک کی سیر کا مشتاق ہوتا ہے۔ بیوہ ماں تہیدستی کے عذر کے بعد اس کے متروکہ پدری سے ایک لاکھ روپیہ دیتی اور کہتی ہے کہ چوک کے نفائس اور نوادر گو اس قلیل رقم سے نہیں خرید کیے جاسکتے ہیں مگر اب اسی قلیل رقم کو اپنے ضروری مصارف کے لیے لیجاؤ۔ اسی طرح ایک اور واقعہ جو اس عہد کی خوش حالی پر روشنی ڈال رہا ہے قابلِ ملاحظہ ہے۔ ضمناً خانِ دوراں کی راست گوئی پر بھی شعاع پڑ رہی ہے۔

خوشحالی کا دوسرا واقعہ

واقعہ یہ ہے کہ بہنیا ئے فیل سوار اس عہد کی مشہور طوائفین میں ایک ممتاز طوائف تھی۔ وزیر الممالک اعتماد الدولہ کو اس سے خاص تعلق تھا چنانچہ نواب موصوف نے ایک مرتبہ صرف اسباب تجرع (جام و صراحی) مرصع برسم تحفہ جو اُسے دیا تھا وہ ستر ہزار روپیہ قیمت کا تھا[1]

چاندنی چوک کے ذکر کے بعد معاصر مشائخین عظام و فقرا کا تذکرہ کیا ہے، ان بزرگوں کے حالات پڑھنے کے بعد خانِ دوراں کے ادب و تہذیب

ادب و تہذیب

اور اس عہد کے حسنِ اخلاق پابندی وضع حسن معاشرت کا

---

[1] موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ دہلی کی دولتمندی اور اس اجڑی ہوئی دہلی کی خوشحالی کا توازن فرمائیے اور دیکھیے۔

تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجاست

کی کس حد تک مصداق ہے۔ مظفر

مرقع پیشِ نظر ہو جاتا ہے۔

شاہ سعد اللہ | چنانچہ شاہ سعد اللہ (جو ایک نہایت مردِ بزرگ اور اس وقت کے ممتاز مشائخین میں شمار ہوتے تھے) کے متعلق لکھتے ہیں:—

علو جلالت و سمو مناقب ایشاں از اندازۂ تحریر و ترقیم بیرون است و شرح کمالات و بیان نزہت طلبان از احاطۂ گزارش بیروں۔

شاہ غلام محمد داول پورہ | اسی طرح شاہ غلام محمد داؔول پورہ کی علو منزلت اور شکوہ وحشمت کے متعلق رقمطراز ہیں۔

لہ داول تخلص کی ایک مثنوی موسوم بہ ناصری نامہ راقم کی نظر سے گذری جو تین سو چھپن اشعار پر مشتمل ہے اور ایک شب میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس تخلص سے اس وقت تک جو مصنف کے حالات کا پتہ چلا ہے۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مثنوی شیخ عبداللطیف المخاطب بہ دوار الملک معروف بہ شاہ داول کی تصنیف ہے شاہ صاحب موصوف اولاً سلطان محمود بیکرہ کے روسائے عظام سے تھے۔ مگر مبصداق الفقر فخری ترک لباس دنیوی کے بعد مسند فقر پر رونق افروز ہوئے۔ اس مثنوی میں زن و شوہر کے تعلقات اور حقوق شوہر کو نہایت عنوان اور دلچسپ پیرایہ سے سمجھایا ہے۔ آغاز کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ناریاں سنو پیو کی بیاں (عورت، خاوند)	پیو باج کوئی پیارا نہیں (بغیر)	بن پیر کہے نا ہوئے عیاں (بعید)	پیو باج کوئی پیارا نہیں
جس کو عقل ہور گیان ہیں (ہوش)	پیو سوں وہی احسان کیا	پیو جیو کا سلطان ہے (دل)	پیو باج کوئی پیارا نہیں
دنیا فنا ہوشیار ہو	پیو تجی نکو بیزار ہو	جیو سوں سچی اختیار ہو	پیو باج کوئی پیارا نہیں
جن ہیں جنم کا ہے بنا	تل تل گھڑی اس گن منا	ناچیز ہے دنیا فنا	پیو باج کوئی پیارا نہیں

دور باشش شکوہ فقر ایشاں صولت اغنیا ر برعشہ می آرد و کلمات عظمت سیماش دولتمنداں را درلرزہ می افگند۔

شاہ صاحب موصوف ہی کے حالات میں اس عہد کی پابندی وضع ملاحظہ فرمائیے کہ بادشاہِ وقت (محمد شاہ) اور رؤسا و عمائدین شہر کی جانب سے شاہ صاحب موصوف سے یومیہ قبول کرنے کا اصرار بحدِ مبالغہ پہنچا ہے مگر خودداری یہ ہے کہ "ثبات قدمش باوجود کثرت توابع کہ در دائرۂ توکل مستقیم و استقلال وضعش درناز و نعیم۔

ان ہی کے اوصاف میں لکھا :—

باوضع و شریف و با اغنیا و غربا یکساں سلوک است از بزرگان زمانہ اند و در فتوحات و جوانمردی یگانہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

دیکھیا دنیا کی دھات میں کیتا فکر ایک ات میں بولیا زناں کی بات میں بیو باج کوئی پیارا نہیں

مقطع ملاحظہ ہو۔

زن تی ہوا جیکوئی دکھیا دکھ نارتی سینا پکھیا دو بین یوں داؤل لکھیا بیو باج کوئی پیارا نہیں

اس مثنوی سے لسانیات خصوصاً گجراتی زبان پر بہت کچھ روشنی پڑ سکتی ہے مگر یہاں پر صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ شاہ غلام محمد داول پورہ جیسا کہ اُن کے لقب سے ظاہر ہوتا ہے اسی سلسلہ کی ایک فرد ہیں۔ یہ وہ بزرگ تھے کہ حضرت مغفرت مآب انکی محفل سماع میں خود حاضر ہوا کرتے تھے حسنؔ آثر نظامی نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے جس سے موصوف کی علو منزلت اور حضرت مغفرت مآب کی روشن خیالی و اعلےٰ دماغی پر روشنی پڑتی ہے۔ منظفر

پھر شاہ محمد امیرؔ و شاہ پانصدیؔ، درویش صلوٰۃ خوانیؔ، و سید محمد مجنون نانکشاہیؔ شاہ کمالؔ، شاہ رحمت اللہ وغیرہ کا بلحاظ حفظ مراتب ذکر کرتے ہوئے ہم بزم احباب

روساء و ہم بزم احباب | و روساء کا تذکرہ کیا ہے ان حالات کے تحت خاندوران کی تذکرہ دلی و راست گوئی کی بہت سی مثالیں پیش کیجا سکتی ہیں۔

اعظم خاں | ازانجملہ اعظم خاں ولد فدوی خاں برادر زادہ خانجہاں عالمگیری کی رنگین مزاجی، بزم آرائی، فیاضی، فراخ حوصلگی، فن موسیقی سے دلچسپی وغیرہ کا

راست گوئی | تذکرہ کرتے ہوئے موصوف کی امرد پرستی و شاہد بازی کے متعلق صاف طور پر لکھتے ہیں۔

طبیعتش اماردپسند است و مزاجش بصحبت سادہ رویاں دربند۔

پھر اس گروہ کی ناز برداری خاطر و تواضع کے ذکر میں لکھا ہے۔

"غرض ہرجا سبزہ رنگے بنظر می آید منسوب بہ اعظم خاں است و ہر کجا نو خطے جلوہ می کند ازوابستہائے آں عظیم الشان"۔

مرزا منو | اسی طرح مرزا منو (جو اس عہد کے روساء زادوں میں تھے) کی امرد پرستی کا نقشہ اور ان کی اس فن میں یگانگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"خانہ اش بہشت شداد است و کاشانہ اش آشیانہ مجمع پریزاد ہر نوخطے رنگیں کہ بایں محفل ربط ندارد فرد باطل است و ہر ملیحے کہ بایں مجمع مربوط نیست درحلیہ اعتبار عاطل مجلسش دارالعیار شاہداں است و بزمش محک امتحان

گلر خاں۔ نقد قراضہ حسن تا بدار الضرب بزمش رجوع نکند کامل عیار نیست چہ شد مثل طلائے دست افشار است وسیم جمال تا در کوزہ مجمعش گداز نیابد چاندی نیست چہ شد کہ زر نقرۂ خالص است۔

لطیف خاں | زاں بعد لطیف خاں (جو اس عہد کے امراء میں تھے اور فنِ موسیقی میں یکتائے روزگار سمجھے جاتے تھے) کی لطیفہ گوئی' بذلہ سنجی' بزم افروزی' عیش پسندی کا ذکر کیا ہے۔ یہ ذکر کرتے ہوئے ان کی وضعداری پر بھی روشنی ڈالی

اس عہد کی وضع داری | ہے جس سے اس عہد کی وضع داری کا ایک خاص نمونہ پیشِ نظر ہو جاتا ہے وہ یہ کہ موصوف کی دولت وبضاعت جب صرف پا انداز شاہی ہو چکی اور حشمت و اقبال نے جواب دیدیا باوجود اسکے موصوف نے اس وقت بھی (گو سابق کے مثل ہجوم نہ ہوتا تھا مگر) مخصوص احباب سے محفلِ عیش و عشرت کو اسی طرح منعقد رکھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"الحال کہ بضاعتہا صرف پا انداز شاہی گردیدہ اینہمہ ہجوم نیست لیکن مردم مخصوص جمع می شدند ویکپاس شب ہمیشہ بہ تعیش می گزرانید۔"

اِس کے بعد کیفیت بسنت اور مقامات متبرکہ کا ذکر کرتے ہوئے یازدہم میرن[1] کا ذکر کیا ہے۔ اِس ذکر میں خصوصیت سے خانِ دوراں کے

---

[1] میرن تخلص صادق علیخاں نام پسر میر جعفر علی خاں ناظم بنگالہ۔ شاہزادہ علی گوہر جب اپنے والد احمد شاہ سے ناراض ہو کر بغرض تسخیر بنگالہ پہنچے تو یہی میرن مع فوج شاہزادہ کے مقابلہ میں فوجکش تھا۔

باقی صفحہ آئندہ

قلم کی میاں کی وراست گوئی کا اظہار ہو رہا ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یکایک ایک شب بجلی گری اور میرن کی خرمن ہستی کو مع دو خدمتگاروں کے فنا کردیا تحفۂ احباب

مؤلفہ عبدالکریم صفحہ۔ موصوف کا نمونہ کلام اُردو (جو ایک قدیم بیاض میں جو میرے کتابخانہ میں موجود ہے) نمونۃً ہدیۂ ناظرین ہے

ہے نورِ خدا محرمِ اسرار پہ صلوات
من بعد وصیِ حیدرِ کرار پہ صلوات

سب لوح و قلم عرش و کرسی ہوا مداح
سب اولیوں کے قافلہ سالار پہ صلوات

سلطان شجاع میر عرب شاہِ دلاور
امت کی شفاعت کے کرنہار پہ صلوات

یا حیدر صفدر میری مشکل کر و آساں
ہے شاہ دو عالم کے مددگار پہ صلوات

تم مہر نبوت کے چھتر از دل و جاں ہو
تجھ شیر خدا دلدل اسوار پہ صلوات

کر میری مدد واسطے خاتونِ قیامت
ہے تجھ سے ہر ایک دفتر و دربار پہ صلوات

تم باپ ہو شبیر و شبر یا شہ عالی
تجھ دست بدیں قاتلِ کفار پہ صلوات

سُن میری عرض عابد و باقر کے تصدق
جعفر کے بہر گلشن گلزار پہ صلوات

تم وارثِ کونین ہو یا موسیٰ کاظم
سُلطان رضا شاہِ خراساں پہ صلوات

از روئے تقی داد میری دے میرے مولا
سردار نقی روشن انوار پہ صلوات

یا عسکری رکھ لاج میری ہر دو جہاں میں
اور مہدیٔ دیں ہادیٔ سالار پہ صلوات

میاں کو شب و روز ہے صلوات کا کہنا
لازم ہے وہ معصوم دہ و چار پہ صلوات

مناجات سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف منہیات شرعیہ سے اس وقت تائب ہو گئے تھے ۔ نہ قال

یازدہم میرن | یہ محفل نامبردہ کے مکان پر ہر مہینہ کی گیارھویں تاریخ منعقد ہوتی ہر قسم کے تکلفات اور اسباب آرائش سے زینت دی جاتی۔ مہمانوں کی خاطر و تواضع خاص طور سے خاطر خواہ کی جاتی۔ تمام شہر کی زہرہ جبین نامور طوائفیں اور امارد ہائے رنگیں کے ہجوم سے موصوف کا مکان گویا نمونۂ بہشت شداد بنا رہتا تھا۔ غرض اس محفل کا مرقع کھینچتے ہوئے اولاً میرن کی منکسر مزاجی، وسعت اخلاق کثرت تواضع، مہمان نوازی، سلیقہ بزم آرائی ارباب رقص و نشاط سے ربط وضبط، حسینوں مہ جبینوں کی تسخیر اور اس خصوص میں موصوف کی رسوائی اور وزیرالممالک کے مزاج میں درخور اور رسوخ پانے کا اظہار کرتے ہوئے وزیرالممالک کی بادہ خواری و حسن پرستی کا صاف صاف الفاظ میں تذکرہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :۔

نامبردہ ہر چند یکہ بوفور انکسار و وسعت اخلاق وکثرت تواضع و رعایت مہمانداریہا و ترتیب بزم آرائیہا محسود اقران خود است۔ لیکن بعلاقۂ دارو غگی ارباب رقص و نشاط و تقریب مرجعیت اہل طرب فی الجملہ مطعون است چوں وزیرالممالک بتجرع میلے دارند و با اہل حسن و جمال و اصحاب غنج و دلال میلے ازانجا کہ توجہ خاطر تبقدیم حسن خدمات معزز و محترم است و در تلاش مردم حسین طرفہ دستے دارد و ہر روز پیکرے تازہ بافسوں تسخیر می کند از دیگر مصاحبانش مکرم۔

پھر دوازدہم سرائے عرب کا تذکرہ کیا ہے۔